Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 4, Vol 6 ,October-December,2024

شمارہ ۴، جلد ۶، اکتوبر—دسمبر، ۲۰۲۴

مکی سورتوں میں یہود کے ساتھ مکالمہ
ایک تجزیاتی مطالعہ

Dialogue with the Jews in the Makkan Chapters of the Qur'an: An Analytical Study

ڈاکٹر سعدیہ تبسم*

Abstract:
Most of the contemporary scholars working on the relations of the Prophet (blessings of Allah and peace be on him) with the Jews ignore the Makkan Chapters of the Qur'an because it is generally believed that as the Jews resided in Madinah, their encounter with Muslims started after the Muslims migration to Madinah. The Makkan Chapters show that the Jews had started supporting the Quraysh while Muslims had yet not migrated from Makkah. However, in the beginning they would work behind the curtain and their opposition got stronger with the spread of Islam. The Chapters revealed in the early Makkan period were silent about the Jews; in the middle Makkan period, references about the Jews started; and in the late Makkan period, there was strong criticism of the Jews in a very harsh tone. After migration, when the Jews opposed the Muslim, created troubles for them, waged wars on them and conspired with the Makkan polytheists; all this needs to be understood in the light of this background of the Makkan period. The present paper shows that by the end of the Makkan period, the Jews had appeared as a party against the Muslims and a strong ally of the polytheists. However, all Jews were not of the same category; there were many among them who were true believers and they followed the truth and testified to it. These virtuous people are mentioned not only in the Madinan Chapters but also in the Makkan Chapters.

Key Words: Makkan Chapters, Jews, Arab Polythesists, Virrtuous People of the Book.

* اسسٹنٹ پروفیسر، کلیہ شریعہ و قانون، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد (sadia.tabassum@iiu.edu.pk)، مصنفہ جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مشتاق احمد اور اس مجلے کے تبصرہ نگاران کی شکر گزار ہے جنھوں نے اس مقالے کے ابتدائی مسودے پر تبصرہ کر کے اس میں اصلاح کے لیے تجاویز دیں۔

تعارف

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہود کے تعلقات پر معاصر تحقیق میں اکثر لوگ مکی سورتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کیونکہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ یہود چونکہ مدینہ منورہ میں آباد تھے اس لیے مسلمانوں کے ساتھ ان کا تصادم اس وقت شروع ہوا جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ مکی سورتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان ابھی مکہ ہی میں تھے جب یہود نے ان کی کے خلاف قریش کی مدد شروع کر دی تھی۔ البتہ شروع میں وہ پس پردہ رہ کر ہی کام کرتے رہے، پھر جوں جوں اسلام پھیلتا گیا، یہود کی مخالفت بھی زور پکڑتی گئی۔ مکی دور کی ابتدائی سورتیں یہود کے بارے میں خاموش ہیں، پھر درمیانی دور کی سورتوں میں یہود کی طرف اشارے شروع ہو جاتے ہیں اور مکی دور کے آخر میں جو سورتیں نازل ہوئی ہیں ان میں تو یہود پر بالکل واضح تنقید کی گئی ہے اور یہ تنقید نہایت سخت لہجے میں کی گئی ہے۔ ہجرت کے بعد یہود نے مسلمانوں کی جو مخالفت کی، ذرا ذرا سی بات پر فتنے کھڑے کیے، جنگیں برپا کیں، مشرکین کے ساتھ ساز باز کی، ان سب کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے اس مکی دور کے پس منظر کا سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ اس مقالے میں دکھایا گیا ہے کہ مکی دور کے اختتام تک یہود باقاعدہ ایک فریق کی حیثیت سے سامنے آ گئے تھے اور اسلام کی مخالفت میں وہ مشرکین عرب کے پشتیبان بن چکے تھے۔ البتہ یہود سبھی ایک طرح کے نہ تھے، ان میں بعض باعمل اہل علم بھی تھے جنھوں نے نہ صرف حق کو قبول کیا بلکہ اس کی گواہی بھی دی۔ ان نیک نفوس کا تذکرہ صرف مدنی سورتوں میں ہی نہیں بلکہ مکی سورتوں میں بھی ملتا ہے۔

مکی دور میں یہود کی مخالفت

ابتدا میں سردارانِ قریش نے اسلام کی دعوت کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی، لیکن جب رفتہ رفتہ جب یہ دعوت پھیلنے لگی تو انھیں خطرہ محسوس ہونے لگا۔ چنانچہ ایک طرف انھوں نے اسلام کی دعوت کو ظلم و ستم کے ذریعے روکنے کی کوشش کی، تو دوسری طرف اسلام کے خلاف پروپیگنڈا بھی شروع کیا۔ اس پروپیگنڈا کا ایک اہم عنصر یہ تھا کہ مسلمان ہمارے آباؤاجداد کے طریقوں کو غلط کہہ رہے ہیں:

وَٱنطَلَقَ ٱلۡمَلَأُ مِنۡهُمۡ أَنِ ٱمۡشُواْ وَٱصۡبِرُواْ عَلَىٰٓ ءَالِهَتِكُمۡۖ إِنَّ هَٰذَا لَشَيۡءٞ يُرَادُ مَا سَمِعۡنَا بِهَٰذَا فِي ٱلۡمِلَّةِ ٱلۡأٓخِرَةِ إِنۡ هَٰذَآ إِلَّا ٱخۡتِلَٰقٌ۔[1]

''(اور ان کے سردار (اپنے پیروکاروں کو) کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ تم بھی یہاں سے اٹھ جاؤ اور اپنے خداؤں پر جمے رہو، اس وقت اسی بات کی ضرورت ہے، (یہ جو کچھ کہہ رہا ہے) یہ تو ہم نے پچھلے لوگوں سے نہیں سنا، یہ تو بس من گھڑت باتیں ہیں۔''

اسی طرح حضور ﷺ کی ذات مبارک کو بھی نشانہ بنایا گیا:

بَلْ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلامٍ بَلِ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۔[2]

''بلکہ یہ کہتے ہیں کہ [یہ تو] پریشان خواب ہیں، بلکہ یہ تو اس کی من گھڑت باتیں ہیں، بلکہ یہ تو بس ایک شاعر ہے۔''

وَقَالُوا لَوْلا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ۔[3]

''اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن دونوں بستیوں میں کسی بڑے سردار پر کیوں نازل نہیں کیا گیا۔''

[1] القرآن، 38:6-7۔

[2] القرآن، 21:5 ۔

[3] القرآن 43:31۔

ان کوششوں کے باوجود اسلام کی دعوت پھیلتی گئی۔ اب اہل مکہ میں سے بعض لوگ سنجیدگی سے اس تحریک کے متعلق سوچنے لگے۔ بعض اس کو قبول کرنے کے متعلق اور بعض اس کو دبانے کے متعلق۔ چنانچہ انھی لوگوں میں سے بعض مدینہ منورہ (جسے اس وقت یثرب کہا جاتا تھا) پہنچے تاکہ وہاں کے یہود سے معلوم کریں کہ وحی اور رسالت کی حقیقت کیا ہے؟ اہل عرب اگر یہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی اولاد تھے مگر مدتوں سے ان کا فہمِ دین مسخ ہو چکا تھا اور اب وہ کتاب و رسالت سے بالکل ہی ناآشنا تھے، اور اسی لیے وہ امی کہلاتے تھے یعنی لکھنے پڑھنے سے ناآشنا، دوسری طرف یہود کو اہل کتاب کہا جاتا تھا اور ان کی علمیت اور مشیخت کی دھاک بھی ان پر قائم تھی۔ اس دور کی مکی سورتوں میں یہود کا تذکرہ شروع ہو جاتا ہے:

أَوَ لَمۡ يَكُن لَّهُمۡ ءَايَةً أَن يَعۡلَمَهُۥ عُلَمَٰٓؤُاْ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ۔[4]

''کیا ان [مشرکین مکہ] کے لیے یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ اس [پیغمبر] کو بنی اسرائیل کے علما نے پہچان لیا ہے؟''

گویا یہود میں جو لوگ صرف تورات اور صحائف کا علم ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا بھی تھے انھوں نے حضور ﷺ کو پہچان کر آپ کی رسالت کی گواہی بھی دے دی تھی۔

حسد، ضد اور عناد

دوسری طرف یہود میں جو لوگ حسد کا شکار ہوئے یا جو خواہشات نفس کے اتباع میں اندھے ہو گئے تھے، انھوں نے نہ صرف یہ کہ خود اس حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جسے وہ پہچان چکے تھے بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنے لگے۔ گویا یہود وہی کچھ دہرا رہے تھے جو اس سے پہلے وہ بار بار کر چکے تھے اور جس کے متعلق انجیلوں کی روایت کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا:

''اے اندھے راہ بتانے والو، تم پر افسوس!''[5]

''اے ریاکار فقیہو اور فریسیو، تم پر افسوس! کہ آسمان کی بادشاہی لوگوں پر بند کرتے ہو کیونکہ نہ تو آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔''[6]

چنانچہ ان کا ایک حربہ تو یہ تھا کہ سرے سے اس بات کا ہی انکار کر دیا کہ اللہ نے کبھی کوئی کتاب نازل بھی کی ہے اور دل میں ان کی مراد یہ ہوتی تھی کہ بنی اسرائیل سے باہر کسی شخص پر اللہ نے کتاب نازل نہیں کی:

وَمَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدۡرِهِۦٓ إِذۡ قَالُواْ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ عَلَىٰ بَشَرٖ مِّن شَيۡءٖۗ قُلۡ مَنۡ أَنزَلَ ٱلۡكِتَٰبَ ٱلَّذِي جَآءَ بِهِۦ مُوسَىٰ نُورٗا وَهُدٗى لِّلنَّاسِۖ تَجۡعَلُونَهُۥ قَرَاطِيسَ تُبۡدُونَهَا وَتُخۡفُونَ كَثِيرٗاۖ وَعُلِّمۡتُم مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوٓاْ أَنتُمۡ وَلَآ ءَابَآؤُكُمۡۖ قُلِ ٱللَّهُۖ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ فِي خَوۡضِهِمۡ يَلۡعَبُونَ ۔[7]

''اور ان [یہود] نے اللہ کو اس طرح نہیں پہچانا جس طرح اس کو پہچاننا چاہیے جب انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی [غیر اسرائیلی] انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ پوچھو کہ کس نے وہ کتاب نازل کی تھی جو موسیٰ لایا تھا جس کو تم ورق ورق کیے ہوئے ہو اور اس میں کچھ تو ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو اور [اس کے ذریعے] تمھیں وہ کچھ سکھایا گیا جو تم اور

[4] القرآن، 197:26۔
[5] انجیل متی، باب 16:23۔
[6] ایضاً، 13۔
[7] القرآن، 91:6۔

تمھارے آباؤاجداد بالکل نہیں جانتے تھے، جواب دو کہ اللہ نے [ہی وہ کتاب اتاری تھی]۔ پھر انھیں ان کی موشگافیوں میں لگے ہوئے چھوڑ دو۔"

اس آیت میں پہلے یہ واضح کیا کہ یہود جب یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی (غیر اسرائیلی) انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کو ٹھیک طرح پہچانا نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے خیر وشر سے لاتعلق رہ سکتا ہے؟ اس نے مخلوق پیدا کی ہے تو کیا اس کی ہدایت کا بندوبست نہیں کرے گا؟ اس کے بعد ان کے دل کے چور کو پکڑا ہے۔ کہا کہ اگر واقعی اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا تو جو کتاب موسیٰ علیہ السلام لائے تھے وہ کس نے نازل کی تھی؟ اس سوال کے جواب میں ظاہر ہے یہود یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ کتاب اللہ نے نازل نہیں کی تھی اور اگر وہ اقرار کر لیتے کہ وہ اللہ نے ہی نازل کی تھی تو پھر اوپر ان کا جو دعویٰ نقل کیا گیا اس کی پول کھل جاتی۔ چنانچہ اس سوال کے جواب میں وہ خاموش ہی رہتے، اسی لیے آگے قرآن نے خود ہی جواب دیا کہ وہ کتاب بھی اللہ نے ہی نازل کی تھی، اور اس آیت کے معاً بعد فرمایا:

وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ ٱلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَاۚ وَٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِٱلْـَٔاخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِۦۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۔[8]

"اور یہ کتاب ہم نے ہی نازل کی ہے، برکتوں والی اور اس کتاب کی پیش گوئیوں کو سچا ثابت کرنے والی جو اس سے پہلے آئی تھی، اور تاکہ تو بڑی بستی [مکہ] اور اس کے ارد گرد کے لوگوں کو خبردار کردے، اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔"

اس آیت کے آخر میں قرآن پر ایمان لانے والوں کی دو نشانیاں بتائیں، ایک آخرت پر ایمان اور دوسری نماز کی حفاظت۔ اور یہود کی اکثریت کے متعلق قرآن نے یہ حقیقت خود ہی واضح کی ہے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔[9] اسی طرح قرآن نے ان کے جرائم میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انھوں نے نماز ضائع کردی۔[10]

یہود کی مخالفت میں جتنی تیزی آتی گئی قرآن کے اشارات بھی اتنے ہی واضح ہوتے گئے اور ان کے رویے پر تنقید میں سختی بھی آتی گئی، چنانچہ سورۃ الاعراف میں تفصیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش کا ذکر کیا ہے اور اس کے بعد بنی اسرائیل کے رویے پر تنقید کی ہے جو سورۃ کے آخر تک چلی جاتی ہے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہود آخر کیوں جانتے بوجھتے اسی نبی کی مخالفت میں سرگرم ہوگئے جس کا وہ صدیوں سے انتظار کر رہے تھے؟ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے خاص حکیمانہ اسلوب میں اس سوال کا جو جواب دیا ہے وہ انجیلوں میں یوں روایت کیا گیا ہے:

"اس وقت آسمان کی بادشاہی ان دس کنواریوں کی مانند ہوگی جو اپنی مشعلیں لے کر دلہا کے استقبال کو نکلیں، ان میں پانچ بے وقوف اور پانچ عقل مند تھیں۔ جو بے وقوف تھیں انھوں نے اپنی مشعلیں تو لے لیں مگر تیل ساتھ نہ لیا، مگر عقل مندوں نے اپنی مشعلوں کے ساتھ اپنی کپیوں میں تیل بھی لے لیا اور جب دلہا نے دیر لگائی تو سب اونگھنے لگیں اور سو گئیں۔ آدھی رات کو دھوم مچی کہ دیکھو دلہا آگیا! اس کے استقبال کو نکلو۔ اس وقت وہ سب کنواریاں اٹھ کر اپنی اپنی مشعل درست کرنے لگیں۔ اور بے وقوفوں نے عقلمندوں سے کہا کہ اپنے تیل میں سے کچھ ہم کو بھی دے دو کیونکہ ہماری مشعلیں بجھی جاتی ہیں، عقلمندوں نے جواب دیا کہ شاید ہمارے تمھارے دونوں کے لیے کافی نہ ہو، بہتر یہ ہے کہ بیچنے والوں کے پاس

---

[8] القرآن، 92:6۔

[9] القرآن، 2:94-95۔

[10] القرآن، 19:59۔

جا کر اپنے واسطے مول لے لو۔ جب وہ مول لینے جا رہی تھیں تو دلہا آ پہنچا اور جو تیار تھیں وہ اس کے ساتھ شادی کے جشن میں اندر چلی گئیں اور دروازہ بند ہو گیا۔ پھر وہ باقی کنواریاں بھی آئیں اور کہنے لگیں اے خداوند! اے خداوند! ہمارے لیے دروازہ کھول دے۔ اس نے جواب میں کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں تم کو نہیں جانتا۔ پس جاگتے رہو کیونکہ نہ تم اس دن کو جانتے ہو نہ اس گھڑی کو۔''[11]

یہ تمثیل بہت ہی بلیغ انداز میں یہود کے انکار کے سبب کو واضح کرتی ہے۔ اس نے واضح کر دیا کہ یہود میں جنھوں نے نبی ﷺ کا انکار کیا باوجود اس کے کہ وہ ان کی آمد کے منتظر تھے اور انھوں نے آپ کو پہچان بھی لیا تھا، ان کے انکار کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے انتظار تو کیا مگر تیاری نہیں کی تھی، وہ غفلت کا شکار ہو گئے (انھوں نے مشعل لیے مگر تیل ساتھ نہ لیا)۔ چنانچہ جس کا انتظار تھا اس کے آتے آتے مشعلیں بجھ گئیں۔

یہودی شریعت کا نسخ

قرآن نے مکی سورتوں میں ہی یہ بھی واضح کیا ہے کہ یہود کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ قرآن کے بعض احکام دن کو اپنی شریعت سے متصادم نظر آتے تھے۔ اصل ابراہیمی شریعت سے کچھ زائد احکام موسوی شریعت میں دیے گئے تھے اور اس کی وجہ خود یہودیوں کا ظلم تھا۔

وَعَلَى ٱلَّذِينَ هَادُواْ حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍۖ وَمِنَ ٱلْبَقَرِ وَٱلْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَآ إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَآ أَوِ ٱلْحَوَايَآ أَوْ مَا ٱخْتَلَطَ بِعَظْمٍۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَٰهُم بِبَغْيِهِمْۖ وَإِنَّا لَصَٰدِقُونَ ۔[12]

''اور جو لوگ یہودی ہوئے ان پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا تھا اور گائے اور بکری میں ہم نے ان پر چربی حرام کر دی تھی، سوائے اس کے جو پیٹھ پر چڑھی ہو یا انتڑیوں پر یا جو ہڈیوں پر ملی ہوئی ہو۔ یہ ہم نے ان کو ان کی سرکشی کی سزا دی تھی اور یقیناً ہم سچے ہیں۔''

اس پر مستزاد یہ کہ ان کے فقیہوں اور احبار نے اپنی طرف سے تحلیل اور تحریم کے اختیارات استعمال کرتے ہوئے بہت سی خود ساختہ پابندیوں کا اضافہ کر دیا تھا۔ نیز تحریفات اور ترمیمات نے نہ صرف یہ کہ تورات اور صحائف کا حلیہ بگاڑ دیا تھا بلکہ انھیں تضادات اور اختلافات کا ایک عجیب گورکھ دھندا بنا دیا تھا۔

اب قرآن نے ایک طرف تو اصل ابراہیمی شریعت کی تجدید کی اور دوسری طرف تورات اور صحائف انبیا کے تضادات اور اختلافات کا فیصلہ کر کے حق بات کی وضاحت کی تو یہود کے فقیہوں اور احبار نے مخالفت کا ایک طوفان کھڑا کر دیا، انھوں نے پروپیگنڈہ مہم شروع کی کہ یہ کیسا نبی ہے جو ہماری شریعت کے بہت سے احکام کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔

قرآن نے اس پروپیگنڈا کا جواب مکی سورتوں میں ہی دیا ہے۔ چنانچہ کئی مقامات پر واضح کیا کہ حضور ﷺ شریعت ابراہیمی کی تجدید کے لیے آئے ہیں، اس لیے تحلیل و تحریم کے معاملات میں تمھیں اپنی شریعت کے ساتھ اختلاف نظر آتا ہے تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم پر بہت سی پابندیاں ایسی عائد کی گئی تھیں جو اصل ابراہیمی شریعت میں نہیں تھیں، اب آخری نبی آئے ہیں تو وہ ان اضافی پابندیوں کا بوجھ تم سے اٹھا رہے ہیں، نیز تمھارے احبار اور فقہا نے بہت سی پابندیاں اپنی طرف سے گھڑ لی ہیں جو اصل شریعت میں نہیں تھیں۔ اب یہ آخری نبی تمھیں ان اضافی بوجھوں اور بیڑیوں سے نجات دلا رہے ہیں اسی لیے اللہ کا شکر ادا کرو، یہ وہی نبی تو ہیں جس کی سب نشانیاں تم اپنے ہاں لکھی ہوئی پاتے ہو۔

---

[11] انجیل متی، 25:1۔13۔

[12] القرآن، 6:146۔۔

ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلرَّسُولَ ٱلنَّبِيَّ ٱلْأُمِّيَّ ٱلَّذِي يَجِدُونَهُۥ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي ٱلتَّوْرَىٰةِ وَٱلْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَىٰهُمْ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ ٱلْخَبَٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْۚ فَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ بِهِۦ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَٱتَّبَعُوا۟ ٱلنُّورَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ مَعَهُۥٓ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۔[13]

''جو اتباع کرتے ہیں اس امی نبی رسول کی جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے، اور ساری پاکیزہ چیزیں ان کے لیے حلال کرتا اور صرف ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے، اور جو ان سے وہ بوجھ اور بیڑیاں ہٹاتا ہے جو ان پر تھیں، پس جو لوگ اس پر ایمان لائے اور اس کی توقیر کی اور س کی مدد کی اور اس کے ساتھ جو نور نازل ہوا ہے اس کی اتباع کی تو وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔''

سورۃ النحل میں پہلے واضح فرمایا کہ ساری پاکیزہ چیزیں حلال ہیں:

فَكُلُوا۟ مِمَّا رَزَقَكُمُ ٱللَّهُ حَلَٰلًا طَيِّبًا وَٱشْكُرُوا۟ نِعْمَتَ ٱللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ۔[14]

''پس کھاؤ ان حلال اور پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمھیں دی ہیں، اور اللہ کا شکر کرو اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو۔''

پھر واضح کیا کہ شریعت کی رو سے مویشیوں میں اصلاً کیا کچھ حرام کیا گیا ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ ٱلْمَيْتَةَ وَٱلدَّمَ وَلَحْمَ ٱلْخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيْرِ ٱللَّهِ بِهِۦ ۖ فَمَنِ ٱضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔[15]

''اس نے تو تم پر صرف مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر اللہ کے بجائے کسی اور کا نام نہ لیا گیا ہو، حرام کیے ہیں ، پھر اگر کوئی مجبور ہوا، بغیر اس کے کہ وہ چاہے یا حدود سے نکلنے والا ہو، تو یقیناً اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد فرمایا کہ اپنی طرف سے اللہ کی شریعت میں اپنی طرف سے کمی بیشی نہ کرو:

وَلَا تَقُولُوا۟ لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ ٱلْكَذِبَ هَٰذَا حَلَٰلٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ مَتَٰعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔[16]

''اور کسی چیز کو اپنی زبانوں کے جھوٹ کی وجہ سے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے، بس کچھ وقت کا فائدہ ہے پھر ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

اس کے بعد واضح کیا کہ یہود پر بھی اصلاً یہی چیزیں حرام تھیں جو اوپر ذکر کی گئیں:

وَعَلَى ٱلَّذِينَ هَادُوا۟ حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِن قَبْلُۖ وَمَا ظَلَمْنَٰهُمْ وَلَٰكِن كَانُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔[17]

''اور جو لوگ یہودی ہوئے ان پر بھی ہم نے وہی چیزیں حرام کی تھیں جو ہم نے پہلے تم کو بتادیں، اور ہم نے ان کے اوپر ظلم نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم ڈھاتے رہے۔''

---

[13] القرآن، 157:7۔

[14] القرآن، 114:16۔

[15] ایضاً، 115۔

[16] ایضاً، 116-117۔

[17] ایضاً، 118۔

اس کے بعد جذبات سے مغلوب ہو کر مخالفت کرنے والوں کو رجوع کی دعوت دی:

ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُواْ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٖ ثُمَّ تَابُواْ مِنۢ بَعۡدِ ذَٰلِكَ وَأَصۡلَحُوٓاْ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا لَغَفُورٞ رَّحِيمٞ ۔[18]

''پھر یقیناً تیرا رب ان لوگوں کو جنھوں نے جذبات کے غلبے میں برا عمل کیا پھر اس کے بعد لوٹ آئے اور عمل درست کریں تو یقیناً تیرا رب اس سب کچھ کے بعد بھی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اس کے بعد واضح کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مشرکین، یہود اور نصاریٰ کی گروہ بندیوں سے الگ تھلگ ایک اور ہی امت تھے:

إِنَّ إِبۡرَٰهِيمَ كَانَ أُمَّةٗ قَانِتٗا لِّلَّهِ حَنِيفٗا وَلَمۡ يَكُ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ شَاكِرٗا لِّأَنۡعُمِهِۚ ٱجۡتَبَىٰهُ وَهَدَىٰهُ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ وَءَاتَيۡنَٰهُ فِي ٱلدُّنۡيَا حَسَنَةٗۖ وَإِنَّهُۥ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ لَمِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ۔[19]

''یقیناً ابراہیم ایک اور ہی امت تھا، پوری یکسوئی کے ساتھ اللہ ہی کی بندگی کرنے والا—اور وہ ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے والا تھا، اسے اللہ نے منتخب کیا اور سیدھی راہ پر گامزن کر دیا، اور ہم نے اسے بہترین بدلہ دنیا میں ہی دے دیا اور یقیناً آخرت میں بھی وہ صالحین میں ہو گا۔''

یوں یہود اور مشرکین کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ رکھ کر انھیں اس آئینے میں اپنے عمل اور کردار کا جائزہ لینے کا موقع دیا گیا۔ اس کے بعد واضح کیا کہ حضور ﷺ اب اسی ملت ابراہیمی کی تجدید کے لیے آئے ہیں:

ثُمَّ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ أَنِ ٱتَّبِعۡ مِلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفٗاۖ وَمَا كَانَ مِنَ ٱلۡمُشۡرِكِينَ ۔[20]

''پھر ہم نے تم پر وحی کی کہ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو جو یکسو تھا اور مشرکوں میں سے نہ تھا۔''

پھر یہود کے اس بہت بڑے اعتراض کا جواب دیا کہ یہ رسول سبت کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے، واضح رہے کہ یہود نے یہی اعتراض حضرت مسیح علیہ السلام پر بھی کیا تھا۔[21] قرآن نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا کہ سبت کا حکم اصل شریعت ابراہیمی میں نہیں تھا:

إِنَّمَا جُعِلَ ٱلسَّبۡتُ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُواْ فِيهِ يَخۡتَلِفُونَ ۔[22]

''سبت تو انھی لوگوں پر لازم کیا گیا تھا جنھوں نے اس میں اختلاف کیا، اور تیرا رب قیامت کے دن ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دے گا۔''

تورات اور صحائف انبیا کے اختلافات و تضادات

قرآن مجید سے بائبل کے اختلافات اور تضادات کے سلسلے میں دو بنیادی اصول معلوم ہوتے ہیں: ایک یہ کہ وہ اختلافات جن کا واضح کرنا ضروری ہے اور جو دین کے کسی عقیدے یا تصور کے متعلق ہیں قرآن خود اس کی وضاحت کر دیتا ہے اور حق بات روز روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ اس کے بعد باقی اختلافات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے؛ دوسرا یہ کہ باقی اختلافات کے متعلق اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کرے

---

[18] ایضاً، 119۔

[19] ایضاً، 120-122۔

[20] ایضاً، 123۔

[21] انجیل متی، 12:1-8۔

[22] ایضاً، 124۔

گا کیونکہ وہ غیر ضروری قسم کے اختلافات ہیں اور جو لوگ ان میں پڑے ہوئے ہیں وہ دراصل حق قبول کرنا چاہتے ہی نہیں ہیں، اس لیے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے:

إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَكۡثَرَ ٱلَّذِي هُمۡ فِيهِ يَخۡتَلِفُونَ وَإِنَّهُۥ لَهُدٗى وَرَحۡمَةٞ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ إِنَّ رَبَّكَ يَقۡضِي بَيۡنَهُم بِحُكۡمِهِۦۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡعَلِيمُ فَتَوَكَّلۡ عَلَى ٱللَّهِۖ إِنَّكَ عَلَى ٱلۡحَقِّ ٱلۡمُبِينِ إِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ ٱلۡمَوۡتَىٰ وَلَا تُسۡمِعُ ٱلصُّمَّ ٱلدُّعَآءَ إِذَا وَلَّوۡاْ مُدۡبِرِينَ وَمَآ أَنتَ بِهَٰدِي ٱلۡعُمۡيِ عَن ضَلَٰلَتِهِمۡۖ إِن تُسۡمِعُ إِلَّا مَن يُؤۡمِنُ بِـَٔايَٰتِنَا فَهُم مُّسۡلِمُونَ۔[23]

"یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کو ان کے بہت سے اختلافات کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہے اور یقیناً یہ ایمان لانے والوں کے لیے راہنمائی اور رحمت ہے، تیرا رب ان کے درمیان خود ہی اپنا فیصلہ کردے گا، اور وہ غالب ہے، سب کچھ جانتا ہے۔ پس تم اللہ پر بھروسہ رکھو، تم بالکل واضح حق پر ہو، تم مردوں کو تو بات سنا نہیں سکتے، نہ ہی بہروں کو سنا سکتے ہو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں، نہ ہی تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر سیدھی راہ دکھا سکتے ہو، تم تو انھی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لانا چاہیں تو یہی لوگ سر جھکانے والے ہیں۔"[24]

مخالفت میں شدت اور معجزات کا مطالبہ

قرآن کے نزول کے ساتھ جوں جوں حق واضح ہوتا گیا، یہود کی مخالفت زور پکڑتی گئی کیونکہ عرب کے امیین پر ان کی علمیت، تقویٰ اور مشیخت کی جو دھاک بیٹھی ہوئی تھی اب وہ ختم ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اب دیگر چالوں اور تدابیر کے ساتھ ساتھ انھوں نے قریش مکہ کو نت نئے اعتراضات اور سوالات سکھانے شروع کیے۔ قرآن مجید نے ان سوالات اور اعتراضات کے جوابات دے کر حق بات بالکل واضح کر کے رکھ دی اور درپردہ سازش کرنے والوں کو بے نقاب بھی کر دیا۔

چنانچہ سورۃ الکھف میں (جو مکی ہی سورت ہے) قرآن کریم نے یہود کے تین سوالات کے جواب دیے ہیں۔ ان میں ایک سوال اصحاب کہف کے متعلق تھا،[25] دوسرا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک خاص سفر کے متعلق[26] اور تیسرا ذوالقرنین کے متعلق۔[27] اسی طرح سورۃ یوسف میں ان کے اس سوال کا جواب دیا گیا کہ بنی اسرائیل کنعان سے مصر کیسے گئے تھے؟ سورۃ بنی اسرائیل میں مذکور روح کے متعلق سوال بھی یہود کا سکھایا ہوا تھا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں ہی نت نئے معجزات کے متعلق قریشِ مکہ کی فرمائشوں کا بھی ذکر ہے اور قرآن نے نہ صرف ان مطالبات کی لغویت واضح کی بلکہ پس پردہ محرکین—یہود—کا پول بھی کھول دیا:

وَقَالُواْ لَن نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفۡجُرَ لَنَا مِنَ ٱلۡأَرۡضِ يَنۢبُوعًا أَوۡ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٞ مِّن نَّخِيلٖ وَعِنَبٖ فَتُفَجِّرَ ٱلۡأَنۡهَٰرَ خِلَٰلَهَا تَفۡجِيرًا أَوۡ تُسۡقِطَ ٱلسَّمَآءَ كَمَا زَعَمۡتَ عَلَيۡنَا كِسَفًا أَوۡ تَأۡتِيَ بِٱللَّهِ وَٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ قَبِيلًا أَوۡ يَكُونَ لَكَ بَيۡتٞ مِّن

---

[23] القرآن، 27:76-81۔

[24] قرآن نے کس طرح بائبل کے تضادات اور اختلافات میں صحیح بات کی وضاحت کی ہے، اس کے لیے دیکھنا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ تورات کی کتاب پیدائش اور قرآن مجید کی سورۃ یوسف میں کیسے بیان ہوا ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن میں اس پہلو پر خصوصاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ دیکھیے: مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، 1975ء)، ج2، ص378-439۔ واضح رہے کہ سورۃ یوسف بھی مکی سورت ہے۔

[25] القرآن، 18:9-26۔

[26] ایضاً، 60-82۔

[27] ایضاً، 83-99۔

زُخۡرُفٍ أَوۡ تَرۡقَىٰ فِي ٱلسَّمَآءِ وَلَن نُّؤۡمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيۡنَا كِتَٰبًا نَّقۡرَؤُهُۥۗ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّي هَلۡ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۔[28]

''اور انھوں نے کہا کہ ہم کبھی تیری بات نہیں مانیں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ نکال دو، یا تمھارے پاس ایک عظیم الشان باغ نہ ہو کھجوروں اور انگور کا جس میں تم نہریں نکال دو، یا تم ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ گرا دو جیسا کہ تمھارا دعویٰ ہے، یا تم اللہ اور فرشتوں کو بالکل آشکارا لے نہ آؤ، یا تمھارا گھر نہ ہو سونے کا، یا تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ، اور ہم تمھارا چڑھنا اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ایسی کتاب ہم پر اتار نہ دو جسے ہم پڑھ لیں— کہہ دو کہ پاک ہے میرا رب، میں تو بس ایک انسان اور رسول ہوں۔

پھر اسی سورۃ کے آخر میں اصل مجرموں سے پردہ اٹھایا ہے اور قریش کو آگاہ کیا ہے کہ یہ لوگ تمھیں گمراہ کرنا چاہتے ہیں:

وَلَقَدۡ ءَاتَيۡنَا مُوسَىٰ تِسۡعَ ءَايَٰتِۢ بَيِّنَٰتٖۖ فَسۡـَٔلۡ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ إِذۡ جَآءَهُمۡ فَقَالَ لَهُۥ فِرۡعَوۡنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَٰمُوسَىٰ مَسۡحُورًا ۔[29]

''اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو نو واضح نشانیاں دی تھیں، پھر انھی بنی اسرائیل سے پوچھو کہ جب وہ ان کے پاس [یہ نشانیاں لے کر] آیا تو [کیا فرعون مان گیا تھا؟ نہیں] فرعون نے اس سے کہا کہ اے موسیٰ مجھے تو تم سحر زدہ لگے ہو۔''

یہ گویا قرآن کریم نے اپنے موقف کی صداقت کے لیے دشمن سے گواہی لی ہے!

امت مسلمہ کے لیے سامان عبرت

مکی سورتوں میں یہود اور بنی اسرائیل کا تذکرہ ایک اور پہلو سے بھی بار بار آیا ہے۔ حضور ﷺ سے پہلے آخری صاحب شریعت رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیا بنی اسرائیل تورات پر ہی عمل پیرا تھے، امت مسلمہ کی تشکیل سے پہلے بنی اسرائیل ہی منصب امامت پر فائز تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے ساتھ اور قارون و فرعون وہامان سرداران قریش کے ساتھ فی الجملہ مشابہت رکھتے تھے، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت میں مومنوں اور کافروں سبھی کے لیے بہت کچھ سامان عبرت تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں دیگر انبیا و رسل کی بہ نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ زیادہ ہوا ہے اور تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم عام طور پر رسولوں کی سرگزشتیں ان کے مخالفین پر عذاب کے نزول کے تذکرے پر ختم کر دیا ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں دو مکی سورتوں—طٰہٰ اور الاعراف- میں فرعون کی غرقابی کے بعد تفصیل سے بنی اسرائیل کی غلطیوں سے امت مسلمہ کو آگاہ کرتا ہے۔ اسمیں حکمت یہ تھی کہ امت مسلمہ ان غلطیوں سے باز رہے جن کی بنا پر بنی اسرائیل منصب امامت سے معزول ہو کر اللہ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے۔ چنانچہ بالخصوص سورۃ الاعراف میں دیکھیے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کی کشمکش کا بیان ہے، اس کے بعد حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط اور حضرت شعیب علیہم الصلاۃ والسلام کے تذکرے ہیں اور ان میں ہر تذکرہ مکذبین پر عذاب الٰہی کے نزول کے بیان پر ختم ہو جاتا ہے، نیز ان میں ہر واقعہ مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی کشمکش تفصیل سے بیان کی ہے، فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل کی کوتاہیوں، غلطیوں اور ناشکریوں کی ایک داستان ہے جو سورۃ کے آخر تک چلی جاتی ہے۔ اس تذکرے کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس فیصلے کا حوالہ بھی دیا ہے جو بنی اسرائیل کی سرکشی کی سزا کے متعلق اس نے کیا تھا۔

---

[28] القرآن، 17:90-93۔

[29] ایضاً، 101۔

واقعہ اسراء اور بنی اسرائیل کو آخری تنبیہ

مکی سورتوں میں یہود کے بارے میں شاید سب سے سخت تنقید سورۃ بنی اسرائیل، جسے سورۃ الاسراء بھی کہتے ہیں، میں آئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورۃ کا نزول ہجرت سے کچھ ہی قبل ہوا جب یہود کی مخالفت بالکل آشکارا ہو چکی تھی۔ اس سورۃ کا آغاز ہی واقعہ اسراء کے متعلق اعلان سے ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کو پہلے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے جایا گیا، وہاں سے آپ کو معراج کے لیے لے جایا گیا، آپ کو بہت سی نشانیاں دکھائی گئیں، اور مسجد اقصیٰ میں آپ نے انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کی امامت بھی کی، پھر واپس آپ کو مسجد حرام لایا گیا۔ اس واقعے کے متعلق قرآن پاک کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دراصل اس بات کا اعلان تھا کہ ایک امت منصب امامت سے معزول کی گئی اور دوسری امت کو منصب امامت پر فائز کیا گیا۔ یہود بھی اس واقعے کی معنویت سے بخوبی آگاہ تھے، مگر بجائے اس کے کہ وہ اپنی روش درست کر لیتے الٹا وہ مخالفت میں اور آگے چلے گئے۔

اس پس منظر میں دیکھیے کہ قرآن کس طرح یہود کی تاریخ کا آئینہ ان کے سامنے رکھ کر انھیں بتاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کی چہیتی قوم سمجھنے کے زعم سے نکل آئیں کیونکہ جب بھی انھوں نے فساد کیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت سزا دی ہے، اور اب ان کے پاس آخری موقع ہے:

سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِي بَٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ لِنُرِيَهُۥ مِنۡ ءَايَٰتِنَآۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ ۔[30]

"پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے برگزیدہ بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ، جس کے گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، لے گیا تاکہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھائیں، یقیناً وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

اللہ کی پاکی بیان کرنے اور اس کی سمع و بصر کی صفات ذکر کرنے میں کیا حکمتیں ہیں، اس کے لیے سورۃ الفاطر کی ان آیات پر غور کریں، جو مکی آیات ہی ہیں:

وَٱلَّذِيٓ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ هُوَ ٱلۡحَقُّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِۗ إِنَّ ٱللَّهَ بِعِبَادِهِۦ لَخَبِيرُۢ بَصِيرٞ ثُمَّ أَوۡرَثۡنَا ٱلۡكِتَٰبَ ٱلَّذِينَ ٱصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا۔[31]

"اور جو کتاب ہم نے تیری طرف وحی کی ہے یہی حق ہے، اس کتاب کی پیش گوئیوں کو سچا ثابت کرتی ہوئی جو اس سے پہلے تھی، اللہ اپنے بندوں سے بخوبی آگاہ اور انھیں بخوبی دیکھنے والا ہے۔ اب اس کتاب کی ذمہ داری ہم نے ان کو سونپی ہے جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چنا ہے۔"

سورۃ بنی اسرائیل میں اسراء کے واقعے کے تذکرے کے بعد آگے فرمایا:

وَءَاتَيۡنَا مُوسَى ٱلۡكِتَٰبَ وَجَعَلۡنَٰهُ هُدٗى لِّبَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ أَلَّا تَتَّخِذُواْ مِن دُونِي وَكِيلٗا ذُرِّيَّةَ مَنۡ حَمَلۡنَا مَعَ نُوحٍۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَبۡدٗا شَكُورٗا ۔[32]

"اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنا دیا تھا، تم ان لوگوں کی اولاد ہو جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں اٹھا لیا تھا، یقیناً وہ شکر گزار بندہ تھا۔"

---

[30] ایضاً، 1۔

[31] القرآن، 35:31-32۔

[32] القرآن، 17:2-3۔

آگے صریح الفاظ میں فرمایا کہ ہم نے تمھیں کتاب الٰہی میں اپنے اس فیصلے سے بھی آگاہ کر دیا تھا کہ اگر تم فساد کی روش اختیار کرو گے تو تمھیں سخت سزا ملے گی۔ یہ تو تمھاری اپنی تاریخ کا آئینہ ہے، تم کس طرح یہ دعوی کرتے ہو کہ تم خواہ کچھ بھی عمل کرو بہر حال خدا کے محبوب رہو گے، کیا اپنی اس تاریخ کو تم جھٹلا سکتے ہو؟

وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ فِي ٱلْكِتَٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي ٱلْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوّٗا كَبِيرٗا فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادٗا لَّنَآ أُوْلِي بَأْسٖ شَدِيدٖ فَجَاسُواْ خِلَٰلَ ٱلدِّيَارِۚ وَكَانَ وَعْدٗا مَّفْعُولٗا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَٰكُم بِأَمْوَٰلٖ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَاۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْأٓخِرَةِ لِيَسُـُٔواْ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُواْ ٱلْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٖ وَلِيُتَبِّرُواْ مَا عَلَوْاْ تَتْبِيرًا ۔[33]

”اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں اپنے اس فیصلے سے آگاہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد برپا کرو گے اور بڑی سرکشی کرو گے۔ پس جب پہلی مرتبہ کا وقت آیا تو ہم نے تم پر اپنے سخت جنگجو بندے مسلط کر دیے تو وہ تمھارے گھروں میں گھس گئے، اور یہ وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔ پھر ہم نے تمھیں ان کے اوپر برتری دے دی اور تمھاری مدد کی مال اور اولاد کے ذریعے اور تمھارے لشکر بڑھا دیے، اگر تم نے اچھا کیا تو اپنے ہی بھلے کے لیے اچھا کیا اور اگر برا کیا تو بھی اپنے ہی ساتھ برا کیا، پھر جب دوسری مرتبہ کا وقت آ پہنچا تا کہ وہ تمھارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد میں اسی طرح داخل ہو جائیں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر ان کا بس چلے اسے تباہ و برباد کر دیں۔“

تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت تقسیم ہو گئی تھی اور نہ صرف یہ آپس میں جنگیں لڑتے رہے بلکہ انھوں نے اللہ کے دین کا حلیہ ہی بگاڑ دیا، اصلاح کی آواز بلند کرنے والے انبیا اور صلحا میں سے کسی کو قتل کیا، کسی کو جلاوطن کیا، پھر ایک سلطنت—سامریہ- تو جلد ہی انجام کو پہنچی اور دوسری سلطنت—یہوداہ- پر ۵۸۶ ق م میں بخت نصر نے حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، ہیکل کو نیست و نابود کر دیا، ہزاروں کو قتل کیا اور باقی ماندہ لوگوں کو غلام بنا کر بابل لے گیا۔ یہ پہلا فساد عظیم اور اس کی سزا تھی۔ بابل کی جلاوطنی کے دوران میں انبیا کی دعوت پر انھوں نے توبہ کی اور اعمال درست کر دیے تو اللہ نے ان پر فضل کیا، سائرس (ذوالقرنین) نے انھیں غلامی سے نجات دلائی اور انھیں دوبارہ فلسطین میں آباد کیا۔

کچھ عرصے بعد دوبارہ ان کا فساد شروع ہوا اور پھر اس کی انتہا یہ تھی کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ ان کے قتل کی بھی کوشش کی۔ اس جرم کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ ۷۰ء میں رومیوں نے ان پر حملہ کر کے لاکھوں کو قتل کیا، ہیکل جو دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا کو نیست و نابود کیا اور باقی ماندہ یہودیوں کو فلسطین سے نکال دیا اور ۱۳۵ء میں دوبارہ حملے کے بعد بچے کھچے یہودی بھی فلسطین سے نکال دیے گئے۔ یہ دوسرا فساد اور اس کی سزا تھی۔

اس کے بعد قرآن کریم نے ایک بار پھر انھیں اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اب ایک بار پھر تمھیں موقع دیا جا رہا ہے، اگر تم نے قرآن کی دعوت قبول کر لی، جو دراصل دنیا و آخرت میں کامیابی کی دعوت ہے، تو تمھارا ہی فائدہ ہو گا اور اگر تم نے فساد ہی کی روش اختیار کی تو ہم پھر تمھیں دنیا میں بھی سزا دیں گے اور آخرت کی سزا تو پھر ویسے بھی تمھارا مقدر ہو گی:

[33] ایضاً، 4-7۔

عَسَىٰ رَبُّكُمۡ أَن يَرۡحَمَكُمۡۚ وَإِنۡ عُدتُّمۡ عُدۡنَاۚ وَجَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكَٰفِرِينَ حَصِيرًا إِنَّ هَٰذَا ٱلۡقُرۡءَانَ يَهۡدِي لِلَّتِي هِيَ أَقۡوَمُ وَيُبَشِّرُ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ٱلَّذِينَ يَعۡمَلُونَ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أَنَّ لَهُمۡ أَجۡرًا كَبِيرًا وَأَنَّ ٱلَّذِينَ لَا يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡأٓخِرَةِ أَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا أَلِيمًا ۔[34]

’’امید ہے کہ تمھارا رب تم پر رحم کرے گا، اور اگر تم نے وہی پرانی روش اختیار کی تو ہم بھی اسی طرح تمھیں سزا دیں گے، اور جہنم کو ہم نے کافروں کے لیے بھاڑ بنا دیا ہے۔ یقیناً یہ قرآن وہی راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے، اور نیک عمل کرنے والے مومنوں کو خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے، اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔‘‘

نتائج بحث

اس مقالے میں پیش کیے گئے تجزیے سے معلوم ہوا کہ ہجرت مدینہ سے پہلے ہی قرآن کریم نے یہود کے ساتھ باقاعدہ تفصیلی بات کی ہے اور ہجرت سے پہلے قبل ہی ان کو آگاہ کیا کر دیا تھا کہ اب وہ منصب امامت سے معزول کر دیے گئے ہیں کیونکہ وہ اس عظیم منصب کے اہل نہیں رہے اور ان کی جگہ ایک نئی امت کو اس منصب پر مامور کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت مدینہ کے بعد یہود اور مسلمانوں کے تعلقات ابتدا میں مجبورانہ رضامندی سے قائم تو ہوئے مگر یہ تعلقات خوشگوار کبھی نہ ہو سکے اور یہود نے موقع ملتے ہی معاہدے توڑ دیے اور پھر مسلمانوں کو ان سے جنگیں لڑنا پڑیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن کریم کی مکی سورتوں کے ان اشارات کی روشنی میں احادیث اور سیرت کی کتب سے تفصیلات اکٹھی کر کے مکی دور میں یہود کے کردار کے متعلق ایک جامع تصویر پیش کی جائے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ڈاکٹر یاسین مظہر صدیقی اور بعض دیگر اہلِ علم نے اس ضمن میں بہت مفید کام کیا ہے، لیکن ابھی اس پر مزید کام کی بہت ضرورت ہے۔

[34] ایضاً، 8-10۔